مولانا مدرار اللہ مدرار ۔ مردان

قسط ۱

پرویز
منکرِ حدیث ہے ۔ یا ۔ منکرِ قرآن ؟

ایک تنقیدی جائزہ

مؤقر الحق کی کسی گذشتہ اشاعت میں جناب امیر افضل خان کا ایک مضمون شائع کیا گیا تھا جس کے
طور میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا تھا کہ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ سرسید اور مسٹر پرویز کے غیر اسلامی
پر ایک تحقیقی مضمون لکھا جائے ۔ میرا یہ مضمون اسکی صدائے بازگشت ہے ۔ میں نے اس مضمون کو پرویز
محدود رکھا ہے ۔ جس کے لیئے میں نے پرویز کی تقریباً تمام کتابوں خصوصاً "مفہوم القرآن" کا استیعابی مطالعہ
لیے تو پرویز منکرِ حدیث ہونے کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے ، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ پرویز سب سے
قرآن ہے ، اور مجھے اسکی اس حیثیت کو اجاگر کرنا ہے ۔ اس کی ساری کتابیں غیر اسلامی اور غیر قرآنی عقائد
سے بھری پڑی ہیں ۔ لیکن اس نے اپنی تصنیف کردہ "مفہوم القرآن" میں اول سے لیکر آخر تک قرآن مقدس
با تمام آیات کے مدلولات اور حقائق ثابتہ میں کھلم کھلا شدید معنوی تحریفات کی ہیں ، اور ان کے مفاہیم
نی کو یکسر بدل دیا ہے اور قرآنی آیات کو اپنے ملحدانہ عقائد کا جامہ پہنانے کی ناکام کوشش کی ہے ۔ میرا
ہے کہ گذشتہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں پرویز جیسا محرفِ قرآن نہیں گذرا ہے ۔ اور یہ حقیقت
مام کتابوں بالخصوص "مفہوم القرآن" سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور ثابت ہے ۔ اس کی کتابیں
ں کہ اس کے عقائد و نظریات پر دہریوں ، حکمائے یونان اور جدید فلسفہ کی گہری چھاپ لگی ہوئی ہے اور
طبیعی اور مادہ پرست ہے اور جن آیات کی زد طبیعات اور مادہ پر پڑتی ہے ۔ ان سے اس کو
انکار ہے ۔ اس کے عقائد مختصراً یہ ہیں ؛

آدم علیہ السلام کے وجود اور خلافت و نبوت سے انکار ۔ تمام علوی و سفلی ملائکہ بشمول حضرت جبریلؑ
د سے انکار ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے سے انکار ۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت مریمؑ نے
د سے شادی کی تھی اور معاذ اللہ دونوں کے مشترک نطفے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے
ت و حیاتِ عزیر علیہ السلام سے انکار ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کے گلزار ہونے سے
انکار حشر و نشر ۔ صورِ اسرافیل سے انکار ۔ جنت و دوزخ روحانی کیفیات ہیں ۔ سات آسمانوں کے

وجود سے انکار۔ جنات کے وجود سے انکار۔ وہ کہتا ہے کہ اطاعت خدا و رسول سے مراد مرکز ملت حکومت ہے۔ صفات الٰہی کے ازلی و ابدی ہونے سے انکار۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قدرت معطل اور قوانین فطرت کی پابند ہے۔ العیاذ باللہ۔ ختم نبوت سے انکار۔ اس کے نزدیک کمیونسٹ نظام قرآن سے ثابت ہے۔ العیاذ باللہ۔ ابلیس کے وجود سے انکار۔ عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ اور دیگر معجزات سے انکار حیات و رفع عیسیٰ علیہ السلام سے انکار۔ کلمۂ توحید و رسالت میں تحریف اس کے نزدیک انسانی تخلیق کی ابتدا مٹی سے نہیں بلکہ جرثومۂ حیات سے ہوئی تھی۔ آیت مباہلہ سے انکار۔ مقام اعراف سے انکار عصائے موسیٰؑ کے سانپ بن جانے سے انکار۔ ید بیضا کی نشانی سے انکار۔ صلوٰۃ جنازہ سے انکار۔ قمیص یوسفؑ کی تاثیر سے انکار۔ ضرب کلیم کی تاثیر سے انکار۔ آیت اسریٰ کے معنوں میں تحریف۔ وہ کہتا ہے کہ شب اسرا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ نہیں مدینہ تشریف لے گئے تھے۔ اصحاب کہف سے متعلق آیتوں میں معنوی تحریفات۔ موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کے پھٹنے سے انکار۔ قصۂ سلیمانؑ میں "   " کی حقیقت سے انکار۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر ہونے سے انکار۔ آیت شق القمر سے انکار۔ جنت میں حوروں کی حقیقت سے انکار۔ قیامت کے دن آسمان، ستاروں، پہاڑوں اور زمین کے تغیر و تبدل سے انکار۔ سورۂ فیل کی حقیقت ماننے سے انکار۔ اللہ تعالیٰ کو خالق شر نہیں ماننا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے پناہ مانگنے کی مخالفت۔ غرض اسکی کتابیں بیشمار تحریفات قرآنی، اباطیل و اکاذیب اور اختراعات دماغی سے بریز ہیں۔ درحقیقت پرویز اسلام اور قرآن کے مقابلے میں ایک نئے دین و مذہب کا بانی ہے۔ اور اس نے "مفہوم القرآن" کے نام سے ایک جدید اور متوازی قرآن پیش کیا ہے جس میں اس نے قرآنی تعلیمات و اقدار کو بالکل مسخ کر دیا ہے۔

ہم ذیل میں اسکی تصانیف خاص طور پر "مفہوم القرآن" سے قابل اعتراض اور خلاف قرآن عبارتیں اپنی تنقید کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ کے معنی

لا الٰہ الا اللہ۔ قانون صرف ایک خدا کا ہے کسی اور کا نہیں محمد الرسول اللہ۔ اور تو اور انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہستی محمدؐ کی پوزیشن اتنی ہی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے۔ اسے بھی کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ (سلیم کے نام ج ۲ ص ۳۴)

اس عبارت میں پرویز نے کلمۂ توحید و رسالت کا مفہوم ہی بدل دیا ہے۔ کلمۂ توحید کے الفاظ اس مفہوم کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس نے "إلٰہ" کے معنی قانون کے کئے ہیں۔ عرب کی کسی لغت اور محاورے میں "إلٰہ" بمعنی قانون نہیں استعمال ہوا ہے۔ بلکہ یہ لفظ معبود کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ مفردات

راغب میں ہے :

" وَالِٰہَۃ جعلوہ اِسماً لِکُلّ معبودٍ لّھُم " یعنی اہل عرب نے اپنے ہر معبود کے لئے یہ نام رکھا تھا۔ معبود اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں جسے پوجا جائے ، اسکی جمع اٰلِھَۃ ہے۔ قرآن میں ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ (الانبیاء ۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ کلمۂ توحید نفی و اثبات پر مشتمل ہے۔ حرف لَا سے تمام معبودان باطل کی نفی ہے۔ اور اِلَّا اللّٰہ سے ایک خدائے برحق اور معبود واحد کا اثبات ہے۔ لغت عرب کے موافق کلمۂ توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ یعنی عبادت و بندگی کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پرویز نے لغات القرآن کے نام سے دجل وتلبیسات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں اپنے مذاق کے مطابق قرآنی لغات کے معانی متعین کئے ہیں۔ تو پرویزی لغت کی رو سے "اِلٰہ" کے معنی قانون کے ہیں۔ لیکن اہل عرب کے نزدیک "اِلٰہ" کے معنی معبود ہی کے ہیں۔ توحید کے پرویزی مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کا قائل نہیں۔ قرآن میں جہاں تسبیح و اذکار ، استغفار دعا اور انابت الی اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ وہاں اس نے ان کے حقیقی معانی بدل دیے ہیں جسکی تفصیل آگے آئے گی۔

کلمۂ توحید کے دوسرے جزء "محمد الرّسول اللّٰہ " کا جو مفہوم اس نے بیان کیا ہے اس سے ایمان بالرسول کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ ایمان بالرسول کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو چٹھی رساں کی حیثیت دی جائے اور اس کا حکم نہ مانا جائے۔ جیساکہ پرویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ "منکر رسالت" کو معلوم ہونا چاہیئے کہ از روئے قرآن رسول اور پیغمبر کا مقام ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اتباع اور اپنے حکم کی اطاعت کرائے۔ چنانچہ ہم اختصار کی خاطر صرف حضرت ہارون علیہ السلام کا قول پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا : فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ (طٰہٰ ۹۰) میری اتّباع کرو اور میرا حکم مانو۔

قرآن نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے "امر و نہی" کے متعلق خود کہا ہے کہ : یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ (احزاب : ۶۴) یعنی وہ اس اُمّی فرستادۂ الٰہی اور پیغامبر کی پیروی کرتے ہیں جسکو تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔ وہ ان کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔"

اس آیت کریمہ نے پرویز کے مزعومات باطلہ کے علی الرغم حضور رسول کریمؐ کو یہ حق دیا ہے کہ وہ

لوگوں سے اپنا اتباع کرائے اور اپنے حکم اور نہی کی تعمیل بھی۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور ۶۳) ترجمہ: سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس (رسول) کے حکم کا اس سے کہ آپڑے ان پر کچھ خرابی یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔

اس آیت پر علامہ عثمانیؒ نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

"یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ العیاذ باللہ (تفسیر عثمانی ص ۴۶۶)

اور سورۃ نساء کی ۶۵ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

"سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مؤمن نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں۔ اس جھگڑے میں جو اُن میں اٹھے۔ پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں۔ اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں۔ ان کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے دلوں میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے۔ اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں گے۔ اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں کہا ہے کہ: "جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں طعنہ زنی کی۔ تو اسکی سزا وہی ہے، جو مرتد کی ہے۔ (ص ۳۸۱)

اب مذکورہ آیات کریمہ اور تصریحات کی روشنی میں بآسانی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ پرویز کی یہ بات کس قدر لغو اور گمراہ کن ہے کہ: رسول اللہؐ اس قانون کا انسانوں تک صرف پہنچانے والا ہے۔ اور اسے کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔

ہم کہتے ہیں کہ پرویز کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں اس قسم کی بات کہے، جو سنگین مضمرات کی حامل ہے۔ پرویز اپنی کتابوں میں جا بجا علامہ اقبالؒ کے

اشعار بطور اسناد پیش کرتا ہے۔ اور ان سے بظاہر بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہم یہاں علامہ اقبال کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ جو پرویز کے مطابق حال ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(۲) **عبادتِ الٰہی کا مفہوم** | یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ (بقرہ ۲۱) اے گروہ انسانی تمہیں ان اقوام کے خود ساختہ نظام کی نگاہ فریب جگمگاہٹ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے، تمہیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو اپنے نشوونما دینے والے کے قوانین کے تابع لے آؤ" (مفہوم القرآن ص۱۱)

پرویز نے جس طرح "الٰہ" سے قانون الٰہی مراد لیا تھا اسی طرح اس نے عبادتِ الٰہی سے بھی قوانین الٰہی مراد لئے ہیں۔ لیکن قانون اور مقنن دو متغایر چیزیں ہیں۔ اس لئے جہاں مقنن کی ذات ذکر کی جائے وہاں اس سے اس کا قانون مراد لینا کسی مبتلائے اوہام ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرویز عبادتِ الٰہی کے قرآنی تصور کا قائل نہیں۔

آیت کریمہ کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "اے لوگو! بندگی کرو اپنے پروردگار کی۔"

(۳) **ہفت آسمانوں کے وجود سے انکار** | ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط (بقرہ: ۲۹) تم کائنات کی پہنائیوں پر غور کرو کہ اس میں متعدد اجرامِ فلکی کس توازن و اعتدال کے ساتھ اپنے اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں سرگرم ہیں۔ (مفہوم القرآن ص۱۱)

قرآن نے متعدد مقامات میں "سبع سموات" یعنی سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ہر جگہ پرویز نے ان سے متعدد اجرامِ فلکی مراد لئے ہیں جس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ پرویز آسمانوں کے وجود سے منکر ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ آسمانوں کی تعداد سے بھی انکار کرتا ہے۔ اور اس طرح وہ آسمانوں سے متعلق قرآن مجید کی صریح اور واضح نصوص کی تکذیب پر مُصر ہے۔ اجرامِ فلکی سے وہ اجسام مراد ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان خلا میں واقع ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے اور سیارے وغیرہ۔

فلک اور آسمان دو مختلف چیزیں ہیں۔ فلک کا مفہوم آسمان سے قطعی مختلف ہے۔ اور اس سے ستاروں کا مدار مراد ہے۔ امام راغب اصفہانی اپنی مفردات فی غریب القرآن میں فلک کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "الفلک مجری الکواکب وتسمیتہ بذالک لکونہ کالفلک قال وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ط۔ یعنی فلک سے مراد ستاروں کا مدار ہے اور فلک کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ کشتی کی طرح گول ہے۔ ارشاد ربانی ہے اور سورج اور چاند ستارے اپنے اپنے مدار پر گردش کرتے ہیں۔

امام راغب کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ فلک سیاروں کے مدار کو کہتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں آیت کریمہ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ط کے ذیل میں وہ وجہ بھی لکھی ہے کہ سورج اور چاند ستاروں کے مدار کو کیوں فلک کہا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اور فلک گول چیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ شمس و قمر کی حرکت مستدیر (گول) ہے اس لیے اس کے مدار کو فلک قرار دیا۔ (بیان القرآن ج ۲ صفحہ ۶۴)

علامہ سید آلوسیؒ نے روح المعانی میں تصریح کی ہے کہ:

"الفلك غير السماء" یعنی فلک آسمان سے غیر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پرویز نے آسمانوں کے وجود اور تعداد سے انکار کیا ہے اور یہ قرآن حکیم کے صریح نصوص کی تکذیب ہے۔ مذکورہ آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "پھر قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دو ان کو سات آسمان۔"

سائنس دان بھی آسمان کے وجود سے انکار نہیں کرتے، وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ رصد گاہوں کے ذریعے ہماری نظر دس کھرب میل نوری سال بلندیوں تک پہنچتی ہے۔ اس مقام پر سفید اجسام ہمیں نظر آ رہے ہیں جو اوپر چڑھتے جا رہے ہیں ہم کہتے ہیں کہ سائنس دانوں کی نظر ابھی آسمان تک نہیں پہنچی ہے، کیونکہ وہ ان کے منتہائے نظر سے بہت دور بلندیوں پر واقع ہے۔ اور ابھی تک سائنس دانوں نے ایسی دوربین ایجاد نہیں کی جس کے ذریعے دس کھرب میل نوری سال سے اوپر ان کو اجرام سماوی نظر آئیں اور اس دعوے کی دلیل کہ آسمان تمام اجرام فلکی کے اوپر واقع ہیں۔ یہ آیت کریمہ ہے: "وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا" یعنی ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ کسی عمارت کی چھت اس کی سب دیواروں اور ستونوں کے اوپر ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ تمام ستارے زمین و آسمان کے درمیان (خلا) میں واقع ہیں۔ (بحوالہ تفسیر عزیزی)

(۴) آدمؑ اور ملائکہ کے وجود سے انکار | وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ط (بقرہ ۳۰) جب زندگی اپنے ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی پیکر انسانی میں پہنچی۔ اور مشیت کے پروگرام کے مطابق وہ وقت آیا کہ اپنے سے پہلی آبادیوں کی جگہ زمین میں آباد ہو۔ (مفہوم القرآن صفحہ ۱۲)

اس آیت کے معنی اور مفہوم کو بدل دیا گیا ہے۔ آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے:

"اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔"

۷) قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (بقرہ ۳۰) تو کائناتی قوتوں کو اس پر تعجب ہوا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کائنات میں کوئی ایسی مخلوق نہیں تھی جسے قوانین خداوندی سے انحراف کرنے کی قدرت ہو۔ (مفہوم القرآن صفحہ ۱۲)

پرویز آیتوں کے مفہوم اور معانی میں مسلسل تحریف و تبدیل کر رہا ہے۔ اس آیت کا اصلی ترجمہ یہ ہے: "فرشتوں نے کہا کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں۔"

۸) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (۲/۳۱) انسان میں اس امر کی امکانی استعداد رکھ دی گئی تھی کہ یہ ان قوانین کا علم حاصل کر سکے جس کے مطابق مختلف اشیاء سرگرم عمل ہیں (مفہوم صفحہ ۱۲)

آیت کا پرویزی مفہوم آپ نے دیکھا۔ اب اس کا اصلی ترجمہ دیکھئے: "اور سکھلا دیے اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام۔"

۹) ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ (۲/۳۱) چنانچہ ان کائناتی قوتوں سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو کہ یہ جدید مخلوق تمہارے مقابلے میں فروتر ہیں، تو بتاؤ تمہیں یہ استعداد حاصل ہے (مفہوم القرآن صفحہ ۱۲)

پرویز کے جعلی مفہوم کے بعد اب آیت کا اصلی مفہوم ملاحظہ ہو۔: "پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا۔ پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔"

۱۰) قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (۲/۳۳) جب اسطرح انسانی ممکنات کی یہ پہلی جھلک ان کے سامنے آگئی، تو ان سے کہا گیا کہ ہم کائنات اور اس میں پیدا کی جانے والی مخلوق کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں جو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ دوسری ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم سے سردست کیا کچھ ظہور میں آ رہا ہے اور تمہاری مضمر صلاحیتیں کیا ہیں جن کی نمود انسان کے ہاتھوں ہوئی۔ (مفہوم صفحہ ۱۳)

اس مفہوم باطلہ کے مقابلے میں اب آیت کا اصلی اور صحیح مفہوم ملاحظہ ہو۔ "فرمایا اے آدمؑ فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دے۔"

۱۱) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط (۲/۳۴) اس پر کائناتی قوتیں سب انسان کے سامنے جھک گئیں۔ لیکن ایک چیز ایسی بھی تھی جس نے اس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور سرکشی اختیار کی۔ یہ تھے انسان کے خود اپنے جذبات جس کے غالب آ جانے سے اسکی عقل و فکر مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور اتنی بڑی قوتوں کا مالک خود اپنے ہاتھوں سے بے بس ہو جاتا ہے اور اسی پر چاروں طرف سے مایوسیاں چھا جاتی ہیں۔ (مفہوم صفحہ ۱۳)

یہ تھا آیت کا جعلی مفہوم جو پرویز کا خود ساختہ اور طبعزاد ہے۔ اب آیت مذکورہ کا اصلی مفہوم دیکھئے

"اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، تو سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔"

تبصرہ | مذکورہ آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے مسجودِ ملائکہ بننے کا تفصیلی ذکر ہے۔ لیکن پرویز ان صریح الدلالت آیتوں کے اصلی اور حقیقی معانی سے انکار کرتا ہے اور ان کی جگہ آیاتِ کریمہ کو اپنے من گھڑت معانی کا جامہ پہنا رہا ہے۔ دراصل پرویز آدم علیہ السلام اور ملائکہ کے وجود سے انکاری ہے۔ اور اسی طرح ابلیس کے وجود کا بھی منکر ہے۔ ہم یہاں اسکی ایک کتاب "ابلیس و آدم" سے دو اقتباس پیش کر رہے ہیں جس سے ان کی ذہنیت اور بھی بے نقاب ہو جاتی ہے۔

(۱۰) یہ تو ہم پہلے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ انسان کی پیدائش کس طول طویل سلسلۂ ارتقاء کے ماتحت ہوئی ہے اور اس سلسلۂ ارتقاء کے بعد کسی ایک فرد کی تخلیق نہیں ہوئی، بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی۔ نوعِ انسانی کہا گیا ہے۔ لہٰذا آدم سے یہ مراد نہیں کہ وہ سب سے پہلا انسان تھا جو کسی نہ کسی طرح بنا دیا گیا تھا اور اس سے پھر نسلِ انسانی آگے بڑھی۔ بلکہ آدم سے مراد ہے قصۂ آدم خود آدمی کی سرگذشت ہے نہ کہ کسی خاص فرد کی داستانِ زندگی۔ بابا آدم اور اماں حوّا کا تصور بائیبل کا تصور ہے۔ قرآن کا نہیں۔ قرآن نے آدمی کی سرگذشت کو تمثیلی رنگ میں بیان کیا ہے تاکہ مجرد حقیقتیں تشبیہات کے لباس میں سامنے آسکیں۔ (ابلیس و آدم ص۶۵)

(۱۱) ہمارے ہاں عام طور پر جو عقیدہ مروّج ہے کہ خدا نے آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ یعنی آدم خلیفۃ فی الارض ہے۔ اس عقیدے کی کوئی سند نہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں خلیفہ کے معنی ہیں کسی کا جانشین۔ اس لئے خدا کا جانشین ہونا نہ صرف مضحکہ خیز بلکہ گمراہ کن ہے۔ (ابلیس و آدم ص۹۳)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ پرویز آدم علیہ السلام کے وجود اور ان کی خلافت و نبوت سب سے منکر ہے اور اس عقیدے کو مضحکہ خیز اور گمراہ کن قرار دے رہا ہے جب کہ یہ حقائق قرآن حکیم ہی سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ آدم علیہ السلام کی خلافت تو آیت "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط" سے ثابت ہے اور داؤد علیہ السلام کی خلافت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ "یعنی اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور یہ انسان کی تکریم و تبجیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نیابت کا اعزاز عطا فرمایا۔ انسان اللہ کی ذات کی نیابت نہیں کرتا بلکہ اسکی صفات کا مظہر بن کر صفات کی نیابت کر رہا ہے۔ خلافت سے مراد خلافتِ الٰہیہ یعنی حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔ اور زمین اور انسانی زندگی سے متعلق تمام امور کا انتظام عدل و انصاف سے قائم کرنا

لیکن پرویز بڑی جسارت کے ساتھ قرآن مجید کے بیان کردہ حقائق سے نہ صرف انکار کر رہا ہے بلکہ ہیں مضحکہ خیز اور گمراہ کن قرار دے رہا ہے۔

رہی آدم علیہ السلام کی نبوت تو وہ قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے۔ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی دَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران ۳۳) ترجمہ: بیشک اللہ نے م اور نوحؑ کو اور اولادِ ابراہیمؑ اور اولادِ عمران کو سارے دنیا جہاں پر برگزیدہ کیا ہے۔"

اس آیت میں جس طرح لفظ "اصطفیٰ" حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آلِ عمران کے لئے ستعمال فرمایا۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت واضح ترین دلیل ہے۔ اور ایک پیغمبر کی نبوت سے انکار کرنا خود قرآن مجید کی رو سے موجب کفر ہے۔ نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرہ ۲۸۵) ترجمہ۔ ہم اس کے پیغمبروں میں کسی میں تفریق نہیں کرتے سی پیغمبر کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔"

واضح نصوص قرآنی سے ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور اسی انسان اول لیق اور ظہور فرد کی حیثیت سے ہوا تھا جس سے بعد میں اسکی زوجہ حضرت حوا کی تخلیق ہوئی اور آگے ں سے نسل انسانی پھیلی۔ لیکن پرویز قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کو بڑی جسارت کیساتھ جھٹلا رہا اور فلسفۂ جدید کے ارتقائی تصور پر ایمان رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"انسانِ اول کوئی ایک فرد نہ تھا بلکہ یکبارگی نوعِ انسانی کی تخلیق ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ بار کئی افراد انسانی ظہور میں آئے۔ اور پھر ان افراد سے نسلِ انسانی پھیلی۔ لیکن چونکہ "دروغگو را حافظہ نباشد" لئے پرویز "مفہوم القرآن" میں آیت ذیل کی تفسیر میں لکھتا ہے:

"خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (سورہ نساء آیت ۱)

اے نوعِ انسانی! اپنے نشوونما دینے کے قانون کی نگہداشت کرو۔ جس نے تمہاری پیدائش کی ایک جرثومۂ زندگی سے کی۔ ازاں بعد یہ جرثومہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا جس سے نر و مادہ کی تقسیم میں آئی اور یوں نر و مادہ کے اختلاط سے اس نے کرۂ ارض پر کثیر آبادی پھیلا دی۔ جو مردوں اور عورتوں مل ہے۔ (مفہوم القرآن ص۱۷۵)

ہم دیکھ چکے ہیں کہ پہلے پرویز نے یہ کہا تھا کہ تخلیقِ انسانی کی ابتدا میں ایک یا دو انسان ظہور میں آئے تھے بلکہ ایک نوع کی تخلیق ہوئی۔ یعنی نوعِ انسانی کے کئی افراد کی یکبارگی تخلیق ہوئی اور اب مندرجہ بالا

آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ انسانی پیدائش کی ابتدا ایک جرثومۂ زندگی سے ہوئی ، از اں بعد یہ جرثومہ دو حصّوں میں بٹ گیا جس سے نر و مادہ وجود میں آئے۔ بہرحال طبیعات اور فلسفہ جدید پہ ایمان رکھنے والے لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ وہ تذبذب ، تضاد اور ژولیدگیٔ فکر کا شکار ہوتے ہیں۔ اور ان کے خیالات و مفروضات میں یک رنگی نہیں ہوتی اور ان کو ثبات و استقامت نصیب نہیں ہوتی۔ مذکورہ آیت کا جو مطلب اس نے بیان کیا ہے۔ آیت کے الفاظ اس کے متحمل نہیں ہیں۔ پرویز اس آیت کی تکذیب اور انکار دونوں کا مجرم ہے۔

اب پرویز کا ایک اور تضاد ملاحظہ ہو جس میں اس نے کہا ہے کہ انسانوں کی پیدائش ذرّاتِ خاکی سے ہوئی۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :

" خاک کے ذرّات ارتقائی منازل طے کر کے انسانی صورت میں متشکل ہوئے۔ انسان اپنی نیم حیوانی اور نیم انسانی زندگی کے مراحل طے کر کے اس مقام تک آپہنچا۔ جہاں سے آپس میں مل جل کر رہنا تھا۔ (ابلیس و آدم ص۱۰۵)

سچ ہے قرآن مجید کے صراطِ مستقیم سے بھٹکنے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ ان کے خیالات پریشان میں تذبذب اور تضاد ہوتا ہے اور وہ کسی ایک نقطے پر ثابت قدم نہیں رہتے۔

بہرحال پرویز کے مفہومات اور مفروضات سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے انسان اوّل یعنی آدم علیہ السلام کی آفرینش کے بارے میں جو واضح اور صریح ارشادات فرمائے ہیں اُن سے اُس کو شدید انکار ہے۔ قرآن حکیم صاف کہتا ہے کہ انسان اوّل آدم علیہ السلام ایک فرد تھا جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی :

" خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ط (آل عمران ۵۹) ترجمہ : بنایا آدم کو مٹی سے پھر کہا اُس کو کہ ہو جا وہ ہو گیا۔"

آیت مذکورہ کے بعد متصل آیت یہ ہے : اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ط (۱) ترجمہ : حق وہ ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک کرنے والوں سے۔"

مطلب یہ کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر سچ اور برحق ہے پس جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان موجود ہو۔ وہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی خبر میں شک تو ایک طرف ادنیٰ تردّد بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس سے انکار تو بڑی بات ہے۔ لیکن ہم نے پرویز کی تلبیسات سے معلوم کر لیا کہ وہ قرآن کی بتلائی ہوئی حقیقتِ ثابتہ میں شک کی بجائے اس سے صاف انکار کر رکھا ہے۔ اور اس کے جھٹلانے کا مرتکب ہے ــــــ ایک دوسری آیت میں صاف کہا گیا ہے کہ انسانی تخلیق کی ابتدا

گارے سے ہوئی، چنانچہ فرمایا: وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ
(السجدہ ۷) ترجمہ: اور انسان کی پیدائش کی ابتداء ایک گارے سے شروع کی پھر اس کی نسل نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے بنائی۔"

یہ آیت کریمہ برہان قاطع ہے، پرویز اور ہمچوں قسم کے لوگوں پر جو انسانی تخلیق کی ابتداء جرثومہ حیات یا ذرات خاکی سے بتاتے ہیں، یا ایک انسان کی بجائے بیک وقت نوع انسانی کی پیدائش کے قائل ہیں۔ قرآن مجید میں بیشمار مقامات میں آدم علیہ السلام اور ان کا ذکر کیا ہے۔ لیکن پرویز کو ان تمام آیات کے مدلولات اور حقائق سے انکار ہے۔ اور ان میں طفلانہ مضحکہ خیز اور تسخر انگیز تحریفات اور تلبیسات کی ہیں۔ زمانہ رسالت اور عہد صحابہؓ سے لیکر اس وقت تک تمام امت مسلمہ کے جو قرآنی عقائد چلے آرہے ہیں ان کو نہایت بیدردی سے مجروح کیا ہے اور قرآن مجید کو اپنی تحریفات اور دماغی اختراعات کا تختۂ مشق بنایا ہے۔ حضرت حافظ شیرازیؒ نے فرمایا ہے

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

لیکن ظاہر ہے کہ پرویز قرآن کو دام تزویر کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اور اس کے مدلولات اور حقیقی مفہومات میں بڑی جرأت اور بے خوفی کے ساتھ ردّ و بدل کر رہا ہے۔

(مسلسل)

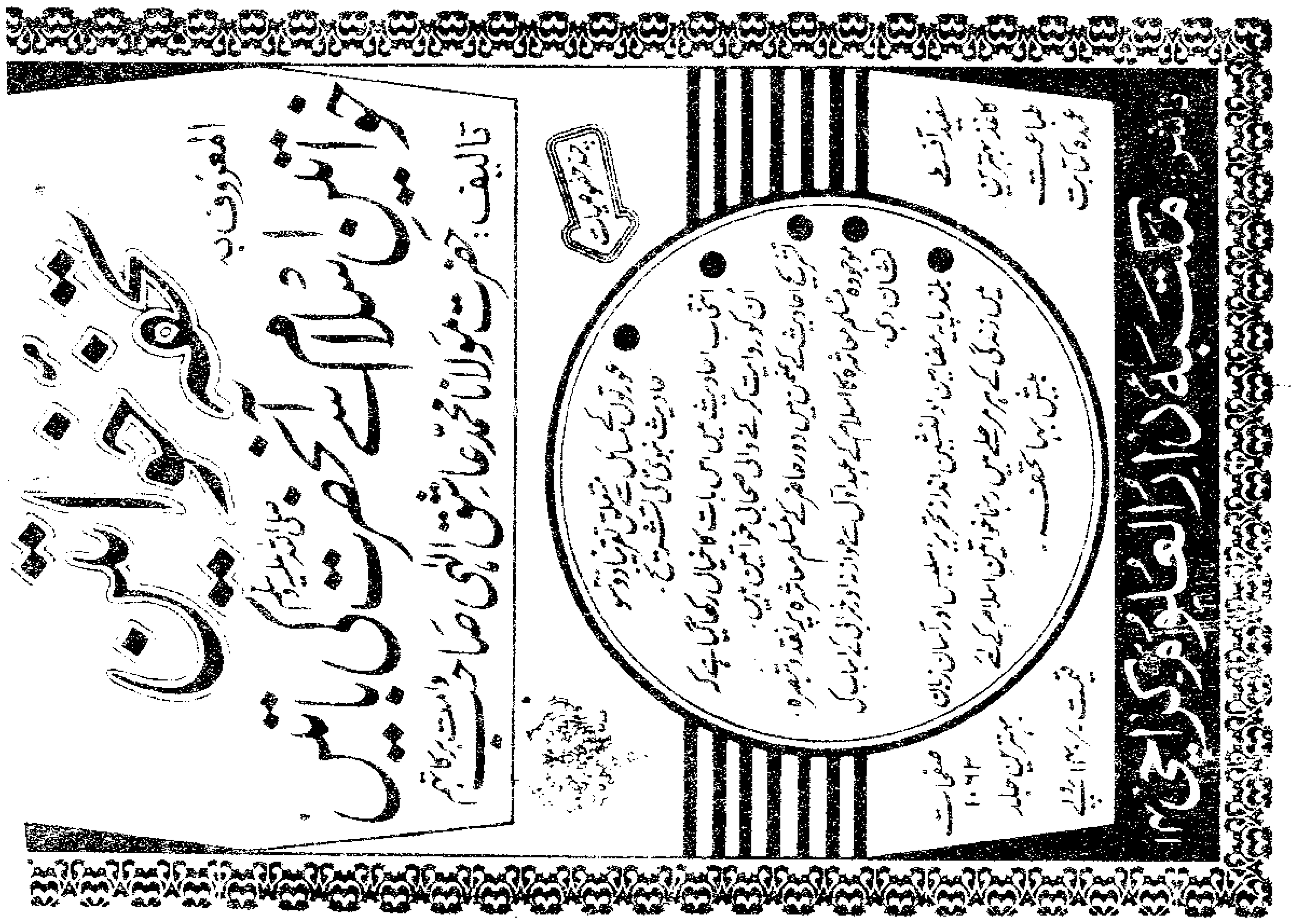

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

"لباس التقویٰ ذٰلک خیر"

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ